بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انٹرنیشنل

ISSN 2754 267X

دسمبر ۲۰۲۲ء

جمادی الاول / جمادالثانی۔۱۴۴۴ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان۔

حضرت محمد مصطفٰی (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؑ مُدعی نبُوت نہیں مجدّد صد چہار دہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیر

شاہد عزیز

فہرست مضامین

۱: کلامِ امام۔۔ دفع طاعون کے بارے میں	(ایام الصلح تیسری قسط)	۲
۲: خطبہ مولانا محمد علیؒ۔ حصول ترقی کے دو ذرائع		۳
۳: اسلام کیا ہے؟ (سلسلہ وار) از بابو منظور الٰہی		٦
۴: سالانہ دعائیہ جھلکیاں		۸

اعلانات

سالانہ دعائیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ، ڈاکٹر عبدالکریم سعید، سالانہ دعائیہ پر ممبران سے دُعا کی درخواست کر رہے ہیں۔ محترم بشارت سلیم کرسیِ صدارت پر تشریف فرما ہیں۔ بین الاقوامی ممبران سے درخواست ہے کہ ہر طرح، خاص طور پر مالی شکل میں، دِل کھول کر مرکزی انجمن کی مدد کریں۔

نشریات

برطانوی ٹائم

Radio Virtual Mosque on:

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

YouTube:

https://www.youtube.com/c/WorldwideAhmadiyyaAnjumansLahore

https://www.podbean.com/user-Lx6kp2cJrcwN

پروگرام و اوقات

پیر سے جمعرات نشریات

۱۹۰۰-تدبر القرآن اردو

۱۹۴۰-Reflections on the Holy Quran انگریزی

جمعہ-انگریزی ۱۳:۰۰

ہفتہ - اردو ۱۳:۰۰ Pure Discussions WhatsApp Group

عیدین-انگریزی ۱۱:۰۰

عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: editor.thelight@LACommunity.uk

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمدؑ

(قسط-۳ صفحہ ۶ تا ۹)

مرتب ارشد علوی

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ جو کچھ ہم نے دفع طاعون کے بارے میں بطور حفظ ماتقدم اپنے پہلے اشتہار میں ایک تدبیر لکھی تھی اُس تدبیر کے بیان کرنے سے ہر گز ہمارا یہ منشاء نہ تھا کہ وہ یقینی اور قطعی علاج ہے اور ایسا لازوال اور تسلی بخش ہے کہ اُس کے بعد دعا کی بھی حاجت نہیں بلکہ منشا صرف اس قدر تھا کہ گمان غالب ہے کہ اُس سے فائدہ ہو۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ کسی مرض کے متعلق ڈاکٹروں اور طبیبوں کے ہاتھ میں کوئی ایسی دوا نہیں جس پر دعویٰ کر سکیں کہ وہ قضاوقدر کے ساتھ پوری لڑائی کر کے تمام قسم کی طبائع کو ضرور کسی مرض سے حکماً نجات دیدے گی۔ بلکہ ہمارا یقین ہے کہ اب تک طبیبوں کو ایسی دوا میسر ہی نہیں آئی اور نہ آسکتی ہے کہ جو حکماً ہر ایک طبیعت اور عمر اور ہر ایک ملک کے آدمی کو مفید پڑے اور ہر گز خطا نہ جائے۔ لہٰذا باوجود تدبیر کے بہر حال دعا کا خانہ خالی ہے اور طاعون تو تمام امراض مہلکہ میں سے اوّل درجہ پر ہے۔ پھر کیونکر ایسی مہلک مرض کے بارے میں کوئی دعویٰ کر سکتا ہے کہ کوئی تدبیر یا دوا اُس کے حملہ قاتلہ سے تمام جانوں کو بچا سکتی ہے۔ پھر جبکہ قانون قدرت ہی بتلا رہا ہے کہ علم طب ظنّی ہے اور تمام تدابیر اور معالجات بھی ظنی تو اِس صورت میں کس قدر بد نصیبی ہے کہ ایسے ظنیات پر بھروسہ کر کے مبدء فیض اور رحمت سے بذریعہ دعا طلب فضل نہ کیا جائے دعا سے ہم کیا چاہتے ہیں یہی تو چاہتے ہیں کہ وہ عالم الغیب جس کو اصل حقیقت مرض کی بھی معلوم ہے اور دوا بھی معلوم ہے وہ ہماری دستگیری فرمادے اور چاہے تو وہ دوائیں ہمارے لئے میسر کرے جو نافع ہوں اور یا اپنے فضل اور کرم سے وہ دن ہی ہم کو نہ دکھلاوے کہ ہمیں دواؤں اور طبیبوں کی حاجت پڑے۔ کیا اِس میں شک ہے کہ ایک اعلیٰ ذات تمام طاقتوں والی موجود ہے جس کے ارادہ اور حکم سے ہم جیتے اور مرتے ہیں اور جس طرف اُس کا ارادہ جھکتا ہے تمام نظام زمین اور آسمان کا اُس طرف جھک جاتا ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ کسی ملک کی حالت صحت کسی وقت عمدہ ہو تو ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن سے پانی اُس ملک کا ہر ایک عفونت سے محفوظ رہے اور ہوا میں کوئی تغیر غیر طبعی پیدا نہ ہو اور غذائیں صالحہ میسر آویں اور دوسرے تمام مخفی اسباب کیا ارضی اور کیا سماوی جو مضر صحت ہیں ظہور اور بروز نہ کریں۔ اور اگر وہ کسی ملک کے لئے وبا اور موت کو چاہتا ہے تو وباء کے پیدا کرنے والے اسباب پیدا کر دیتا

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبیّین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:- ”اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا“، ”جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں“۔ ”میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔“

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں، نہ قیامت تک منسوخ ہو گا۔

۴. بمُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیّع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: ”اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔“

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

ہے کیونکہ تمام ملکوت السموٰات والارض اُسی کے ہاتھ میں ہے اور ایک ذرہ دوا اور غذا اور اجرام اور اجسام کا اُس کی آواز سنتا ہے یہ نہیں کہ وہ دنیا کو پیدا کر کے معطل اور بے اختیار کی طرح الگ ہو کر بیٹھ گیا ہے بلکہ اب بھی وہ دنیا کا خالق ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ چند سال میں ہمارے جسم کے پہلے اجزا تحلیل پا جاتے ہیں اور دوسرے اجزا اُن کی جگہ آجاتے ہیں۔ سو یہ سلسلہ خَلق اور آفرینش ہے جو برابر جاری رہتا ہے ایک عالم فنا پذیر ہوتا ہے اور دوسرا عالم اُس کی جگہ پکڑتا ہے۔ ایسا ہی ہمارا خدا قیوم العالم بھی ہے جس کے سہارے سے ہر ایک چیز کی بقا ہے۔ یہ نہیں کہ اُس نے کسی روح اور جسم کو پیدا نہیں کیا یا پیدا کر کے الگ ہو گیا بلکہ وہ فی الواقع ہر ایک جان کی جان ہے اور ہر ایک موجود محض اُس سے فیض پا کر قائم رہ سکتا ہے اور فیض پا کر ابدی زندگی حاصل کرتا ہے جیسا کہ ہم بغیر اُس کے جی نہیں سکتے ایسا ہی بغیر اُس کے ہمارا وجود بھی پیدا نہیں ہوا۔ پس جبکہ وہ ایسا خدا ہے کہ ہماری حیات اور زندگی اُسی کے ہاتھ میں ہے اور اُسی کے حکم سے ہمارے وجود کے ذرات ملتے اور علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں تو پھر اُس کے مقابل پر یہ کہنا کہ بغیر اُس کی امداد اور فضل کے ہم محض اپنی تدبیروں پر بھروسہ کر کے جی سکتے ہیں کس قدر فاش غلطی ہے۔ نہیں بلکہ ہماری تدبیریں بھی اُسی کی طرف سے آتی ہیں۔ ہمارے ذہنوں میں تبھی روشنی پیدا ہوتی ہے جب وہ بخشتا ہے۔ پانی اور ہوا پر بھی ہمارا تصرف نہیں۔ بہت سے اسباب ہیں جو ہمارے اختیار سے باہر اور صرف قبضۂ قدرت خدائے تعالیٰ میں ہیں جو ہمارے صحت یا عدم صحت پر بڑا اثر ڈالنے والے ہیں جیسا کہ اللہ جلشانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے و تصریف الریاح و السحابا المسخر بین السّماء و الارض الأیات لِقوم یعقلون۔ یعنی ہواؤں اور بادلوں کو پھیرنا یہ خدا تعالیٰ کا ہی کام ہے اور اس میں عقلمندوں کو خدا تعالیٰ کی ہستی اور اُس کے اختیار کامل کا پتہ لگتا ہے۔ اور یہ پھیرنا دو قسم پر ہے ایک ظاہری طور پر اور وہ یہ ہے کہ ہواؤں اور بادلوں کو ایک جہت سے دوسری جہت کی طرف اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف پھیرا جائے دوسری قسم پھیرنے کی باطنی طور پر ہے۔ اور وہ یہ کہ ہواؤں اور بادلوں میں ایک کیفیت تریاقی یا سمّی پیدا کر دی جائے تا موجب امن و آسائش خلق ہوں یا امراض وبائیہ کا موجب ٹھہریں۔ سو ان دونوں قسموں کے پھیرنے میں انسان کا دخل نہیں اور بکلی انسان طاقت سے باہر ہیں۔ اور با ایں ہمہ ایک یہ مشکل بھی پیش ہے کہ ہماری صحت یا عدم صحت کا مدار صرف اِن ہی دو چیزوں پر نہیں بلکہ ہزار در ہزار اسباب ارضی و سماوی اور بھی ہیں جو دقیق در دقیق اور انسان کی فکر اور نظر سے مخفی ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمام اسباب اُس کی جدوجہد سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ انسان کو اُس خدا کی طرف رجوع کرنے کی حاجت ہے جس کے ہاتھ میں یہ تمام اسباب اور اسباب در اسباب ہیں۔

(جاری ہے) (فہرست مضامین)

۲ جمادی الاول ۱۳۴۹ھ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۰ء

حصول ترقی کے دو ذرائع
نماز اور انفاق فی سبیل اللہ

(خطبہ جمعہ بر موقعہ جلسہ سالانہ)

حضرت مولانا محمد علیؒ

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضرت مولیٰناؒ نے آیات ذیل تلاوت کیں۔

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خِلٰلٌ ۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ وَسَخَّرَلَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْھٰرَ ۔ وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ ۔ وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ ۔(۱۴:۳۱-۳۴)

ترجمہ: ”میرے بندوں کو جو ایمان لائے ہیں کہہ دے کہ وہ نماز کو قائم کریں اور اس سے جو ہم نے ان کو دیا ہے چھپے اور کھلے خرچ کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ لین دین ہوگا اور نہ دوستی کام آئے گی۔ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اُوپر سے پانی اُتارا پھر اس کے ساتھ تمہارے لئے پھلوں سے رزق نکالا اور کشتیوں کو تمہارے کام میں لگایا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلیں اور دریاؤں کو تمہارے کام میں لگایا۔ اور سورج اور چاند کو جو ایک قانون پر چل رہے ہیں تمہارے کام میں لگایا اور رات اور دن کو بھی تمہارے کام میں لگایا۔ اور جو کچھ تم اس سے مانگو اس میں سے تمہیں دیتا ہے اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں گن نہ سکو گے، یقیناً انسان بڑا ہی ظالم بڑا ناشکر گزار ہے۔“

اور پھر آپؒ نے فرمایا کہ پہلی آیت میں دو چیزوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نماز اور خُدا کے دیئے میں سے خرچ کرنا۔ اس کے بعد انسان کے اوپر اپنے ظاہر انعامات کو گنا ہے۔ آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ آسمان سے پانی اُتارا۔ اس کے ذریعہ زمین سے پھل نکالے۔ پھر تمہارے لئے کشتیاں مسخر کر دیں۔ ان کو تمہارے کام میں لگا دیا۔ دریاؤں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ سورج اور چاند کو بھی تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ ان کو بھی تمہارے کام میں لگا دیا۔ رات اور دن کو

تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ یہ تو چند چیزیں ہیں، جن کو ہم نے گنا ہے۔ وہ تو اتنا بڑا صاحب فضل خدا ہے۔ جو کچھ بھی تم مانگو، وہ اس میں سے ضرور کچھ نہ کچھ تمہیں دیتا ہے۔ جس چیز کا سائل انسان بنے، یا اس کے حصول کے قوانین پر چلے، وہ ضرور اسے مل جاتی ہے۔ اور وہ نعمتیں، ساری کی ساری جو ہم نے دیں، کون ان کو گن سکتا ہے؟ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا (۱۴:۳۴) اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے بیٹھو، تو ہر گز تم انہیں گن نہیں سکتے۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ انسان خود ہی ظالم اور ناشکرا ہے۔ جو اپنے آپ کو گھاٹے میں رکھتا ہے۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ پہلی اٰیت میں اللہ تعالیٰ نے دو باتیں بیان فرمائی ہیں۔ جن کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے۔ ایک يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ نماز قائم کرنا اور دوسرے اس مال کا خرچ کرنا جو انسان کو خدا نے دیا ہے۔ ان دو باتوں کی طرف خصوصیت سے توجہ کیوں دلائی؟ در حقیقت اگر غور کر کے دیکھا جائے، تو صرف یہی دو ذرائع ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ انسان کو بلندی مراتب عطا فرماتا، اسے بہتر انسان بناتا اور ترقی کی منزل مقصود تک پہنچاتا ہے۔ دو ہی ذرائع ہیں، جن سے مذہب کی حقیقی غرض پوری ہوتی ہے۔ مذہب کی غرض ہے انسان کو بہتر اور بلند تر انسان بنانا۔ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان تو دراصل اصول کے طور پر ہے۔ اصل ترقی کے ذرائع دو ہی ہیں۔ خدا کے آگے جھکنا، اور جو خدا نے دیا ہے، اسے خرچ کرنا۔ حصر ہے ان دو ذریعوں پر انسان کی تمام ترقیات کا۔ قرآن کریم کے شروع میں بھی انہی دو ذریعوں کا ذکر کیا ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (۲:۲-۴) پہلے ایمان کا ذکر کیا۔ جو بطور اصول کے ہے۔ عملی باتیں دو ہی ہیں۔ نماز قائم کرنا اور خُدا کے دیئے میں سے خرچ کرنا۔ آگے پھر ایمان ہی کا ذکر کیا ہے اور پھر فرمایا اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۲:۵) یہی لوگ ہیں جو خُدا کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ اور یہی لوگ ترقیات کی انتہائی منازل پر پہنچتے ہیں۔ اس میں بھی صاف طور پر دو ہی ذرائع ترقی کے بتائے ہیں۔ ایمان کا بھی بے شک ذکر کیا۔ لیکن ایمان تو ہے اصول کو دیکھ کر ایک رستہ اختیار کر لینا۔ اس پر چل کر منزل مقصود تک پہنچنے کے دو ہی ذرائع ہیں۔ نماز کا قائم کرنا اور خدا کے دیئے میں سے خرچ کرنا۔

نماز اور انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت:

اس مجمع میں جو آپ دور دور سے چل کر آئے ہیں، میرا فرض ہے۔ کہ میں حق بات کہہ دوں۔ اگر آپ کوئی ترقی کرنا چاہتے ہیں، تو خوب یاد رکھیں، ان دو ذرائع نماز اور خرچ کرنے کے بغیر کوئی ترقی نہیں کر سکتے۔ نہ اخلاقی، نہ روحانی، نہ دنیوی۔ دنیوی ترقی کے لئے بھی یہی دو ذرائع ہیں۔ اور دینی کے لئے بھی۔ اگر تاریخ پر غور کر کے دیکھو، تو معلوم ہو گا کہ رجوع الی اللہ اور انفاق یہ دو سب سے بڑی طاقتیں ثابت ہوئی ہیں۔ وہ خدا کے بندے، انبیاء اور اولیائ، جن کو اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے مراتب عطا فرمائے ہیں، وہ بھی ان دو ذرائع پر ہی چل کر فائز المرام ہوئے ہیں۔ یہی دو بڑی طاقتیں ہیں۔ اور ان کو کام میں لائے بغیر آپ کوئی ترقی نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی شخص مذہب کی اصل غرض کو پانا چاہتا ہے، تو ان دو کے سوائے اور کوئی ذریعہ نہیں۔

ہمارے نبی کریم ﷺ میں، اگر آپ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرو، تو یہی دو چیزیں وہاں بھی کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ وہ کون سی بات تھی؟ جس سے آپؐ نے بیس سال کے عرصہ میں سارے عرب کی کایا پلٹ دی! وہ نماز اور انفاق کے سوائے اور کچھ نہ تھا۔ وہ سب سے بڑا حربہ، جس سے بڑی بڑی طاقتیں آپؐ کے سامنے جھک گئیں، وہ نماز اور انفاق ہی کا حربہ تھا۔ ان چیزوں کا باہم تعلق بھی بڑا ہے۔ صلٰوۃ ہے خالق کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا نام۔ اور انفاق ہے مخلوق کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا نام۔ بے شک غور کر لو۔ دو ہی ذریعے ہیں ترقی کے۔ ایک خُدا کے ساتھ صحیح تعلق، اور دوسرے مخلوق کے ساتھ صحیح تعلق۔ تمہارا خُدا کی طرف جھکنا، اس کی عبادت کرنا، اور اس کی طرف رجوع کرنا، یہ دراصل رجوع کرنا ہے۔ اس کے اخلاق میں سے حصہ لینے کے لئے۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللهِ اگر کسی سے کچھ لینا چاہو، تو بغیر تعلق کے آپ نہیں لے سکتے۔ اور جتنا کسی سے زیادہ تعلق قائم کرتے ہو، اتنا ہی ان چیزوں میں سے زیادہ حصہ لیتے ہو، جو اس کے پاس ہوں، خُدا سے تعلق پیدا کر کے تم اس کے حسن کو لیتے ہو۔ اور مخلوق کے ساتھ تعلق قائم کر کے احسان کی صفت اپنے اندر لیتے ہو۔

دو ہی چیزیں ہیں حسن اور احسان۔ جن کو انسان لینا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ جس چیز کو انسان حاصل کرنا چاہتا ہے، بغیر کوشش کے اسے حاصل نہیں کر سکتا۔ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى (۵۳:۳۹) ان آیات میں بھی فرمایا اٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ (۱۴:۳۴) تم جو کچھ لینا چاہتے ہو۔ آؤ خدا کی طرف، اس سے مانگو، وہ تمہیں دینے کے لئے تیار ہے۔

صراط المستقیم کو بار بار کیوں طلب کیا جاتا ہے: خود ہی دعا سکھائی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سیدھا رستہ دکھا۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔ ان لوگوں کا رستہ، جن پر تو نے انعام کیا۔ معنے تو سیدھے ہیں۔ مگر جانتے ہو! بار بار دہرانا، دن رات یہی کہتے جانا، کیا معنے رکھتا ہے؟ دن میں چالیس پچاس مرتبہ جو یہ الفاظ کہلائے جاتے ہیں، تو یہ بے مطلب نہیں۔ غرض صرف یہ ہے کہ تمہارے اندر سچی تڑپ پیدا ہو۔ کہ تم بھی ان لوگوں کی طرح محبوب بن جاؤ، جن پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ہوئے۔ انسان کے اندر اگر یہ خواہش سچے طور پر پیدا ہو جائے، کہ وہ انبیاءؑ اور اولیاءؒ کے رستہ پر چلے، تو وہ یقیناً چل پڑے گا۔ تمہارے دلوں کے اندر خواہش پیدا ہونا، یہ غرض ہے نماز کی۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (۶۹:۲۹) جو لوگ ہم تک پہنچنے کی کوشش کریں، ہم انہیں اپنا رستہ دکھا دیتے ہیں۔ جب کبھی تمہارے دل میں خُدا سے کچھ حاصل کرنے کی خواہش اور تڑپ پیدا ہو، اس وقت وہ دے دیتا ہے۔ خُدا اپنی نعمتوں کو بند کر کے نہیں رکھتا۔ لیکن جس طرح سے خُدا کی طرف جھکنے اور اس سے کچھ حاصل کرنے کی تڑپ مشکل سے پیدا ہوتی ہے، اسی طرح سے مال کو خرچ کرنے کی خواہش بھی انسان کے اندر مشکل سے پیدا ہوتی ہے۔ مال کے ساتھ انسان کو طبعی محبت ہے۔

خُدا کی راہ میں مال خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا:

اس لئے خُدا جو چاہتا ہے، کہ اس کی محبت، جو سب محبتوں سے اعلیٰ ہے، انسان کے اندر پیدا ہو، وہ یہ بھی چاہتا ہے، کہ اس کا مال دوسری مخلوق پر خرچ ہوتا رہے۔ کیا خوبی دیکھتے ہو محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کے اندر؟ ان کے پاس بھی مال آتا تھا۔ لیکن وہ سمجھتے تھے، کہ مال جو آتا ہے، وہ خُدا کے رستے میں خرچ کرنے کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ (۲:۱۵۵) دیکھو، ہم تمہاری آزمائش کرتے رہیں گے۔ کبھی خوف کے ذریعہ سے، کبھی بھوک سے اور کبھی مال، جان اور پھلوں کا نقصان کر کے۔ ان ذرائع سے ہم تمہارا امتحان لیتے رہیں گے۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ایسے موقعوں پر صبر کرنے والوں کے لئے خوشخبری ہے۔ یہ کیوں کہا؟ ایک شخص بیمار ہو جاتا ہے۔ اس کا روپیہ بیماری پر صرف ہو جاتا ہے۔ یا اور دوسرے ذریعے ہیں، جن سے انسان کا مال اس کے ہاتھ سے نکلتا رہتا ہے مگر یہ جبر کا لینا ہے۔ یہ قضاء و قدر کا رنگ ہے۔ جب ایسے موقعہ پر بھی فرماتا ہے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ تو جب تم اپنی خوشی کے ساتھ اس کے رستہ میں خرچ کرو، تو کس قدر بشارت تمہارے لئے ہوگی۔ درحقیقت یہ تمہاری بہتری کا موجب ہے۔

نقصانات انسان کو پیش آتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن کوئی شخص ان نقصانات کی وجہ سے مر نہیں جاتا! میں نے تو نہیں دیکھا۔ کہ کسی کے چوری ہو جائے، تو وہ ہمیشہ کے لئے مفلس ہو جاتا ہے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک شخص کے مال کو آگ لگ جاتی ہے۔ تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ بیٹھ گیا۔ لیکن جلد ہی وہ پہلے سے بھی زیادہ خوشحال نظر آتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نشان ہیں۔ اور آپ غور کر لیجئے کہ وہ مال جو تمہارے ہاتھوں سے زبردستی لیا جاتا ہے، اس پر بھی خوشخبری دی ہے۔ تو جو تم خود دو گے، اس پر کس قدر تمہیں فوائد حاصل ہوں گے! ہمارے نبی کریم ﷺ نے شہادت دی ہے۔ اُقْسِمُ بِاللهِ عَلٰى ثَلٰثٍ میں تین چیزوں کے لئے قسم اُٹھاتا ہوں۔ ان میں سے ایک یہ ہے مَانَقَصَ مَالٌ مِّنْ صَدَقَةٍ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔

یہ آپ کو علم ہے کہ یہ موجودہ نظام چل نہیں سکتا بغیر اس کے، کہ آپ اپنے مالوں کو قربان کریں۔ مجھے بار بار اس بارے میں تحریک کرنی پڑتی ہے۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر قرآن پڑھ کر، تاریخ پر نظر ڈال کر، کوئی اور ذریعہ نظر آ جاتا، تو میں یقیناً تمہیں اس کی تکلیف نہ دیتا۔ لیکن سوائے اس کے اور کوئی ذریعہ تمہاری قوم کی ترقی کا نظر نہیں آتا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے "براہین احمدیہ" میں ایک کشف لکھا ہے۔ کہ میں نے دیکھا کہ ملاءِ اعلیٰ میں تلاش ہو رہی ہے کہ کوئی ایسا شخص تلاش کرو، جو دین کو زندہ کرے۔ تو ایک نے حضرت مسیح موعودؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا هٰذَا رَجُلٌ يُحِبُّ رَسُوْلَ اللهِ یہ شخص ہے، جو رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ کی محبت نے آپ کو اس درجہ پر پہنچایا! کیا آپ کو بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت ہے! قاعدہ ہے کہ جس چیز کے ساتھ انسان کو محبت ہو، اس کے اُوپر مال خرچ کرنے سے دل نہیں دُکھتا۔ بلکہ اس پر خرچ کر کے دل خوش ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کیا ہے؟ آپ ﷺ پر جو حملے ہوتے ہیں۔ اگر ان کے جواب میں مال خرچ کرتے ہوئے آپ کا دل نہیں دُکھتا، تو تم رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے ہو۔ خوب یاد رکھو کہ حقیقی خوشی تو اس بات کی ہوتی ہے، کہ جس کی محبت انسان کے دل میں ہو، اور اس پر خرچ کرنے سے انسان دریغ نہ کرے۔ دیکھو! اگر تم فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو خدا کے رستہ میں خرچ کرو۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ

يٰٓاَتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ (۲:۲۵۴) قبل اس کے کہ وہ دن آجائے، جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہو گی، اور نہ کوئی دوستی اور نہ ہی کوئی سفارش۔

انسان کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ ابھی کل کی بات ہے۔ ہمارے ایک دوست چودھری سلطان محمد صاحب بیرسٹر سیالکوٹ بالکل اچھے بھلے اور تندرست تھے۔ رات کو راہی عالم بقا ہوگئے۔ ایسا ہی ایک اور مخلص دوست چودھری نظام الدین صاحب سکنہ لویری والا بھی فوت ہوگئے! اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ انسان کچھ نہیں۔ ایک بلبلا ہے پانی کے اوپر۔ کوئی پتہ نہیں۔ کس وقت کوئی بلبلا پانی میں غائب ہو جائے! انسان کی زندگی بہت ہی بے ثبات چیز ہے۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ مسجد میں کھڑا ہوں۔ کہ خدا کے رستہ میں خرچ کرنا ہی تمہارے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ یہ ایک ہی ذریعہ ہے جس سے تم ترقی کر سکتے ہو۔

خُدا کی راہ میں خرچ کیا ہوا مال ضائع نہیں جاتا:

سولہ سترہ سال سے تمہاری جماعت کا لاکھوں روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ اگر کہو کہ اس کے معاوضہ میں کیا ملا؟ تو اس کا اجر تو فی الحقیقت آخرت میں ہی ملنے والا ہے۔ اگر تمہارا ایمان ہے، کہ اس زندگی کے بعد کوئی اور زندگی ہے، تو یقیناً تمہارا مال ضائع نہیں گیا، بلکہ بڑھ رہا ہے۔ جس شخص کے پندرہ سولہ سال سے دو چار روپیہ ماہوار بنک میں جمع ہوتے ہوں، وہ آج کس قدر خوش ہوگا، کہ وہ ایک خاصی رقم کا مالک بن گیا! میں افسوس کرتا ہوں کہ مسلمانوں کی ذہنیت آج یہ ہوگئی ہے۔ کہ اگر سو روپیہ آمد ہے، تو دو سو خرچ کرتا ہے۔ کم خرچ کرنے اور جمع کرنے کی عادت ان میں نہیں رہی۔ ورنہ انہیں معلوم ہوتا، کہ اس سے کس قدر فائدہ اور خوشی انہیں حاصل ہوتی ہے! اور اگر ایک شخص بنک کے اندر چند روپے ماہوار پندرہ سولہ سال تک جمع کر کے خوشی حاصل کر سکتا ہے کہ وہ ایک بڑی رقم کا مالک ہو گیا، تو جس کا روپیہ خدا کے بنک میں جمع ہوتا ہو، اسے کس قدر خوشی حاصل ہونی چاہیئے کہ آخرت میں اُسے کتنے بڑے منافع کے ساتھ ملے گا!

مَیں نے کہا کہ تمہاری جماعت کے لاکھوں روپے خرچ ہو گئے۔ اور شاید ان کے خرچ کی سب سے بڑی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ دینے والے کون ہیں؟ اور خرچ کی ذمہ داری کس پر ہے؟ لیکن کیا کیا جائے؟ آپ نے مجھے ذمہ دار بنایا ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ میں نے یہ منصب مانگ کر نہیں لیا۔ مجھ سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔ اور میں افسوس کرتا ہوں۔ کہ خُدا نے تم کو مجھ سے بہتر انسان دیا ہوتا، تو وہ ان قربانیوں کے ذریعہ سے، جو تم نے کی ہیں، کسی بہتر مقام پر تمہیں پہنچاتا!

ختم نبوت کو قائم رکھنے والی جماعت:

مگر پھر بھی سب سے بڑا کام جو تم نے کیا، وہ دو چار باتیں ہیں، جن کو میں بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ یہ وہ باتیں ہیں، جو تمہاری جماعت کی خصوصیات بن چکی ہیں۔ اور تمہاری جماعت کے بغیر وہ قائم نہیں رہ سکتیں۔ ان میں سے ایک ختم نبوت کا مسئلہ ہے۔ آج ختم نبوت کو صحیح معنوں میں قائم کرنے والے تم لوگ ہو۔ دوسرے لوگ، باوجود اس کے کہ کہتے ہیں، کہ ختم نبوت کے قائل ہیں، پھر بھی ایک نبی کے آنے کے قائل ہیں۔ مسلمانوں کا عام اعتقاد یہی رہا ہے کہ ختم نبوت کے باوجود حضرت عیسیٰؑ، جو نبی تھے، دنیا میں آئیں گے! اس اعتقاد کو دور کرنے کے لئے ایک شخص اُٹھا۔ اور اس نے نہایت صفائی سے ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ نہ نیا نہ پرانا۔ لیکن اس کے بعد اس کی قوم کا کتنا بڑا حصہ ہے؟ جس نے پھر نبوت کا دروازہ چوپٹ کھول دیا! اور اگر دوسرے لوگ ایک نبی کے آنے کے قائل تھے، تو انہوں نے ہزاروں کے آنے کا اعلان کر دیا! اس کے بالمقابل ایک تمہاری جماعت ہے۔ جس نے بڑے زور سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ختم نبوت ایک حقیقی چیز ہے۔ اور یقیناً رسول اللہ ﷺ کے بعد ایک بھی نبی آنے والا نہیں۔ گویا ختم نبوت کو آج صحیح معنوں میں قائم کرنے والے تم ہو۔ اس لئے ہم بڑے زور سے اپنے اعلانات اور اپنی تعلیمی خصوصیات میں یہ لکھتے ہیں، کہ ختم نبوت کو صحیح معنوں میں اس جماعت نے قائم کیا ہے۔

تکفیر اہل قبلہ کو مٹانے والی جماعت:

دوسری بات کلمہ کو قائم کرنا ہے۔ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو صحیح معنوں میں قائم کرنے والے بھی آپ ہی ہیں۔ کلمہ قائم تو پہلے بھی تھا۔ لیکن اسلام میں ایسے علماء پیدا ہو گئے، جنہوں نے بعض باتوں کو ضروریات دینی کا نام دے کر کلمہ کی قیمت کو قائم نہ رکھا۔ حالانکہ بات صاف تھی۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر ایک شخص مسلمان ہو جاتا ہے۔ خواہ اس میں دوسری کمزوریاں کتنی ہی ہوں! لیکن علماء نے اس کا کوئی خیال نہ کیا۔ اور اس بات پر زور دیا، کہ جو شخص فلاں بات نہ مانے، وہ بھی کافر اور جو فلاں نہ مانے، وہ بھی کافر! اس کے بالمقابل ہمارے حضرت مسیح موعودؑ اُٹھے، اور آپ نے بڑے زور سے اعلان کیا۔ کہ جس شخص میں ۹۹ وجوہ کفر کی ہوں، اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو، وہ بھی مسلمان ہے۔ اور کافر اسے نہیں کہا جا سکتا۔ مگر دیکھئے۔ آپ کے پیروؤں میں سے ایک جماعت پیدا ہوگئی۔ جس نے کلمہ کو منسوخ قرار دے دیا۔ نبوت کا جھگڑا تو ہوتا ہی رہے گا۔ کوئی مجھے یہ بتائے کہ اگر مسیحؑ موعود پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا، تو کلمہ کہاں باقی رہ گیا! کیونکہ اب لَآ اِلٰہَ اِلَّا

اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کے اقرار سے وہ غرض حاصل نہیں ہوتی، جو تیرہ سو سال تک حاصل ہوتی رہی ہے۔ یعنی دائرہ اسلام کے اندر آجانا۔ تو یہ دوسری خصوصیت ہے، جو تمہاری جماعت نے قائم کی ہے کہ کلمہ کا قائل کافر نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک ٹکٹ ہے، جس کو اپنے پاس رکھتے ہوئے، اس شخص کو دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔

تعلیمِ مسیح موعود کی حفاظت کرنے والی جماعت:

تیسری بات حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کی حفاظت ہے۔ یہ بھی اس چھوٹی سی جماعت نے ہی کی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کی تعلیم، اگر یہ قائم رہی، تو اسلام کی حقیقی شکل قائم رہے گی۔ اس کو دنیا میں پھیلانا آپ کا کام ہے۔ تو پس وہ مسیح موعودؑ، جس کے ہاتھ میں ہاتھ آپ نے دیا، اس کے احسان کو تم یونہی مانو، کہ اس کے کام کو تکمیل تک پہنچاؤ۔ اس لئے میں تم سے یہ منت التجا کرتا ہوں کہ مسیح موعودؑ کی تعلیم کو مٹنے نہ دینا۔ تمہاری جماعت کے اندر اگر زیادہ نہیں، تو چار حصے اس وقت بمنزلہ اعضاء معطل ہیں۔ اور صرف ایک پانچواں حصہ کام کر رہا ہے۔ یہ صحیح رستہ نہیں۔ اس سے تمہاری جماعت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ ساری جماعت اپنے فرائض کو سمجھ کر پورے طور پر کام میں لگ جائے۔ کہ اس میں حقیقی فائدہ ہے۔ اور مسیح موعودؑ کی تعلیم کی حفاظت کا یہی ایک ذریعہ ہے۔

تعلیماتِ قرآن کی اشاعت کرنے والی جماعت:

چوتھی بات دین کا صحیح علم ہے۔ جو تم نے دنیا میں پھیلایا۔ اور آج دین اسلام کی جو عزت تمہاری جماعت سے وابستہ ہے، وہ کسی دوسری جماعت سے نہیں۔ تم نے وہ لٹریچر پھیلایا ہے، کہ غیروں کے اس کے سامنے سر جھکے ہیں۔ میں نے بارہا بیان کیا ہے کہ ہمارے حضرت صاحب نے "ازالہ اوہام" میں لکھا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ قرآن کا ترجمہ اور تفسیر انگریزی میں ہو۔ اور آگے لکھا ہے۔ یہ کام مجھ سے ہو گا یا اس سے، جو میری شاخ ہے۔ آج ہمارے دوست شیخ محمد جان صاحب وزیر آبادی نے ایک اور بات دکھائی۔ اگر یہ نہ سمجھو کہ میں اپنے نفس کے لئے پیش کرتا ہوں، تو غور کرنے کی بات ہے، کہ تمہارا یہ کام کس قدر مقبول ہے۔ "براہینِ احمدیہ" میں ایک کشف حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ میرے سامنے ایک کتاب لائی گئی۔ اور مجھے کہا گیا کہ یہ وہ تفسیر ہے، جو علی نے کی ہے۔ اور وہ تفسیر اس نے مجھے دے دی۔ میں تو بسا اوقات حیران ہوتا ہوں کہ جن دنوں میں ترجمہ کرتا تھا، تو اس وقت بڑی زبردست تحریک تھی کہ اس کے بالمقابل اردو ترجمہ بھی شائع ہو۔ ایک کمیٹی بنائی گئی اور چندے بھی ہوئے۔ اور پھر حضرت مولوی نور الدین صاحب کے پاس درخواست کی گئی کہ ہم اردو ترجمہ شائع کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک ہی ترجمہ ہماری جماعت سے شائع ہو گا۔ اور وہ وہی ہو گا، جو محمد علی کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اگر انگریزی ترجمہ سے سینکڑوں اور ہزاروں کو فائدہ ہوا ہے، تو اردو ترجمہ سے اس سے کم لوگوں کو فائدہ نہیں ہوا۔ میرے سامنے لوگوں نے بیان کیا کہ اس اردو ترجمہ سے ہمیں قرآن کا صحیح علم حاصل ہوا۔ اور اسلام کی پورے طور پر سمجھ آئی ہے۔

تمہاری جماعت میں بہت ہیں، جنہوں نے اس علم کا ورثہ پا کر اسے پھیلایا۔ مثلاً خواجہ کمال الدین صاحب، مولانا صدر الدین صاحب، مولانا یعقوب خاں صاحب، مولوی مصطفیٰ خاں صاحب اور بھی بہت سے ہمارے دوست ہیں، جو اس علم کو دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ اور اس سے دنیا کو بہت سے فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ ان باتوں کو قائم رکھنے کے لئے تمہارا اس کو استحکام دینا نہایت ضروری ہے۔

(فہرست مضامین)

اسلام کیا ہے

اصولِ اسلام

سوال: اسلام کے بنیادی اصول کیا ہیں؟

جواب:۔ اسلام کے بنیادی اصول یہ ہیں۔ اللہ، ملائک، کُتب الٰہی، رُسل الٰہی اور یوم آخرت پر ایمان اور عبادت الٰہی بجالانا اور مخلوق خُدا کی بہتری کے لئے اپنا مال، اپنا وقت، اپنی طاقت خرچ کرنا۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے۔ کہ محض اسی کی ذات کو تمام مخلوق اور کل کائنات کا مالک اور حاجت روا سمجھا جائے۔ یہ تمام کارخانہ قدرت اور کل نظام عالم محض اسی ایک ہستی سے وابستہ ہے۔ اور اسی کے چلانے سے چل رہا ہے۔ اس کے سوائے کوئی دوسرا نہیں جو اس کارخانہ میں دخل انداز ہو سکے۔ وہی تمام مخلوق کا روزی رساں اور حاجت روا ہے اور اس کے بغیر کوئی دوسری ہستی ایسی نہیں جو حاجت روائی کر سکے۔ وہی اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ اور کسی دوسرے کو اُس کے ساتھ عبادات میں شریک کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ وہ ایک ہے اپنی ذات میں اور صفات میں ہر ایک چیز سے بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اُس کی کوئی اولاد ہے۔ اور مخلوقات میں سے کوئی چیز اس کے برابر نہیں۔ مخلوقات کے ذرّہ ذرہ کو اور ان کی ارواح کو پیدا کرنے والا۔ خود زندہ اور ہر ایک چیز کو زندگی دینے والا خود اپنی ذات سے قائم اور

دوسری چیزوں کو قائم رکھنے والا وہ کسی دَم بھی غافل نہیں پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ذرہ ذرہ کا مالک اور بادشاہ، خود پاک اور دوسروں کو پاک کرنے والا ہے۔ سلامتی اور امن کا سرچشمہ سب مخلوقات کا نگہبان اور ان پر غالب۔ ہر ایک چیز کی ربوبیت کرنے والا۔ بغیر کسی کے عمل کے رحم کرنے والا۔ اور ہر ایک نیک وبد عمل پر اس کے مطابق نتیجہ مترتب کرنے والا۔ قریب سے قریب اور دور سے دور ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ دیکھنے والا اور سننے والا۔ نیکی کو پسند کرنے والا اور بدی سے منزہ اور اس سے نفرت کرنے والا۔ ہر ایک اچھی صفت کا مالک اور ازلی و ابدی ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ کو ان صفات والا ماننے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب:۔ اگر ایک شخص اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر وہ ناظر اور علیم وخبیر دلوں کے ارادوں سے باخبر جانتا ہو تو وہ کبھی گناہ کے نزدیک نہیں جاسکتا جس طرح ایک بچے کی موجودگی میں انسان کوئی برا فعل کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ تو جب ا سے اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر پورا پورا یقین ہو۔ تو وہ کبھی گناہ کرنے کی دلیری نہیں کرسکتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص سانپ کو ایک سوراخ میں داخل ہوتے دیکھے تو وہ کبھی بھول کر بھی اس سوراخ کے قریب نہ جائے گا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اسے سوراخ میں سانپ کے ہونے کا کامل یقین ہے۔ اسی طرح اللہ کی موجودگی کا کامل یقین انسان کو ہر طرح کی بدیوں سے بچا سکتا ہے ایسا ہی جب اللہ تعالیٰ کو خالق، رَب اور رزاق یقین کیا جائے۔ تو انسان حقوق العباد کو غصب نہیں کرسکتا۔ کیونکہ جس خُدا نے اسے پیدا کیا ہے۔ وہی اس کی پرورش کا کفیل اور اس کی ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے۔ اسلام کی تعلیم کا اصل مقصد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات کا صرف زبانی اقرار نہ کیا جائے۔ بلکہ اس کی صفات کے نتائج پر پورا پورا یقین کیا جائے۔ جس سے انسان ہر قسم کی بدیوں سے بچ سکے اور اپنے اندر نیک صفات پیدا کرسکے۔

سوال:۔ لیکن دوسرے مذاہب بھی خُدا تعالیٰ کی ہستی کے قائل ہیں پھر اسلام میں اور اُن میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ اسلام اور دیگر مذاہب میں اس بارہ میں یہ فرق ہے کہ اسلام خُدا تعالیٰ کی خالص توحید بیان کرتا ہے۔ جس میں کسی قسم کے شرک کو دخل نہیں اور وہ خُدا تعالیٰ کی قدرت اور علم پر کسی قسم کی حدبندی نہیں لگاتا اور نہ وہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ خُدا تعالیٰ کسی انسان کی شکل میں ڈھل سکتا ہے۔

(فہرست مضامین)

دعائیہ کی جھلکیاں ۲۰۲۲ء

(فہرست مضامین)